علماء ھم۔ امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ / مارچ ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى
مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ
تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵﴾ ۚ
كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ ۚ (الحشر: ۱۴ تا ۱۶)

فرمایا:

یہ تین آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ کہ تمہارا خوف مخالفین اسلام پر اس شدت کے ساتھ غالب ہے کہ اللہ کے خوف کی نسبت تمہارا خوف بڑھ گیا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی قوم ہیں جو فہم نہیں رکھتے، ان میں تفقہ کی طاقت نہیں ہے، تم سے یہ لوگ اکٹھے ہو کر نہیں لڑتے یا نہیں لڑیں گے مگر فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ قلعہ بند شہروں میں جہاں ان کو اپنی حفاظت کا یقین ہوتا ہے وہاں یہ خوب لڑ سکتے ہیں لیکن کھل کر مقابل پر آنے کی ان کو طاقت نہیں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا پھر

دیواروں کے پیچھے سے لڑ سکتے ہیں بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ان کی آپس کی لڑائیاں بہت ہی شدید ہیں۔تم ان کو سمجھتے ہو۔ جَمِيْعًا کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یہ اس لئے ہے کہ وہ ایک ایسی قوم ہیں جنہیں کوئی عقل نہیں۔ یہ اسی طرح کے لوگ ہیں جیسے ان سے پہلے گزرے تھے، انہیں گزرے ابھی بہت دیر نہیں ہوئی ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ انہوں نے اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھ لیا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لئے ایک دردناک عذاب مقرر ہے۔

ان آیات کا ترجمہ بظاہر ایک عام فہم سا ترجمہ ہے اور اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ اس کے پیچھے گویا بہت بڑے حقائق ہیں جن پر انسان غور کرے تو کچھ اور مطالب بھی نظر آئیں گے مگر قرآن کریم کی ہر آیت خواہ بظاہر کتنی عام فہم دکھائی دے انسان جب اس کے اندر ڈوبتا ہے تو مطالب کا ایک جہان کھل جاتا ہے۔ گہرے پانیوں کی سطح کی طرح بعض دفعہ قرآن کریم کی آیات خاموشی سے چلتی ہیں اور دیکھنے والے کو ان کے پیچھے معانی کا جہان نظر نہیں آتا جو ہر آیت کریمہ میں چھپا ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں بعض عجیب دعاوی کئے گئے ہیں مثلاً آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ تمہارا ان پر رعب طاری ہے بظاہر عجیب بات لگتی ہے کیونکہ ان کو تو اتنا کمزور سمجھا جارہا تھا، اتنا بے طاقت اور بے سہارا خیال کیا جارہا تھا کہ ہرا یرا غیرا اٹھ کر ان معززین کی ہتک اور گستاخی کا مرتکب ہوتا تھا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے تھے۔گلیوں کے ادنیٰ ادنیٰ لونڈوں نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلاموں پر پتھر اٹھائے اور زبان طعن دراز کی۔ گھروں سے بے وطن کیا اور بے وطن کرنے کے باوجود پیچھا نہ چھوڑا، مسلمانوں پر شدید حملے کرتے رہے۔ بایں ہمہ یہ کہا جارہا ہے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ تم سے تمہارے مخالف اتنا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ سے بھی اتنا خوف نہیں کھاتے تمہارے خوف کے مقابل پر خدا کا خوف بھلا دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسا خوف ہے؟ یہ خوف دراصل اسلام کے غلبہ کا خوف ہے، ظاہری جسمانی برتری کا خوف نہیں ہے۔اس طاقت کا خوف ہے جو دلیل کے ساتھ ابھرتی ہے اور دلیل کے ساتھ زندہ ہوتی ہے اور دلیل کے ساتھ چھا جانے کی قوت رکھتی ہے۔ چنانچہ ہر صداقت سے دشمن کو ہمیشہ یہی خوف لاحق رہا ہے۔ وہ اس قدر خوف کھاتے ہیں کہ اس خوف کے مقابل پر پھر خدا کا خوف بھی

ان کے دل میں نہیں رہتا۔ پس ایسے لوگ جو حق وصداقت پر قائم ہوتے ہیں، مخالفین ان کی ہر دلیل بھلا دیتے ہیں اور خدا خوفی چھوڑ کر اور تقویٰ سے عاری ہو کر پھر ان پر حملے کرتے ہیں اور یہ طریق مقابلہ بتاتا ہے کہ ان کو خدا کا خوف ہے ہی نہیں۔ اگر خدا کا خوف ہوتا تو سچائی کے مقابل پر اوچھے ہتھیار کیوں استعمال کرتے، کمینی حرکتیں کیوں کرتے، جھوٹ اور دغابازی سے کیوں کام لیتے۔ پس خوف ہے اس قوت کا جو اپنی ذات میں ابھرتی ہوئی انہیں دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ بظاہر وقتی طور پر وہ اتنی غیر معمولی طاقت اختیار نہیں کر چکی ہوتی کہ اس کے خلاف یہ حملے نہ کریں، اسے دبانے کی کوشش نہ کریں، اس کے خلاف ظلم وستم سے کام نہ لیں، اگر ایسا خوف نہ ہوتا تو ان کو ضرورت کیا تھی کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلاموں پر حملے کرتے۔

پس یہ خوف اس فرقان کا خوف ہے، اس برہان کا خوف ہے جو اسلام اپنے ساتھ لایا تھا۔ یہ ویسا ہی خوف ہے جیسے اندھیرے کو روشنی سے ہوتا ہے۔ صبح کی پہلی کرن سے بھی رات خوف کھاتی ہے، اگرچہ وہ رات کو دبا نہیں سکتی لیکن رات کا دل جانتا ہے کہ صبح کی پہلی کرن مجھے کھا جائے گی اور اس دنیا سے میرا وجود مٹا دے گی۔ چنانچہ صداقت کے دشمنوں کو بھی اس قسم کا خوف ہوا کرتا ہے اور پھر یہ جو حملے کرتے ہیں ان حملوں کی طرز میں بھی وہی خوف جاری رہتا ہے اور نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے ساتھ اس وقت جو ظلم روا رکھے جا رہے ہیں ان میں بھی یہ پہلو موجود ہے اور دوسرا پہلو بھی موجود ہے جس کا آیہ کریمہ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ میں ذکر کیا گیا ہے کہ تم پر یہ حملے محفوظ قلعہ بند شہروں میں بیٹھ کر کرتے ہیں، ایسے ممالک میں کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ آگے سے جواب نہیں دیا جا سکتا، ایسے ممالک سے کرتے ہیں جہاں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ انہیں ظاہری طور پر مادی غلبہ حاصل ہے اور یہ لوگ حکومتوں کی حفاظت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں کھلی آزاد دنیا ہے وہاں تمہارا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے اور تمہیں دیکھ کر وہاں سے بھاگتے ہیں کیسی عظیم بات بیان فرمائی ہے قرآن کریم نے اور کیسا نفسیاتی نکتہ کھولا اور فرمایا کہ ان کی طرز مجادلہ تمہیں بتا دے گی کہ بزدل لوگ ہیں۔

جماعت احمدیہ کی کتابیں ضبط کرنا اور اپنی طرف سے حملے کرتے چلے جانا اور دوسری طرف سے بات کرنے کی اجازت نہ دینا یہ وہی قصہ ہے جو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان ہو رہا ہے۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ انہوں نے دنیوی طاقتوں کی جو دیواریں کھڑی کی ہوئی ہیں ان کے پیچھے سے حملے کرتے ہیں اور ان کا یہ رویہ صرف ایک سمت میں نہیں ہوتا ہر سمت میں ان کا یہی طریق کار ہوتا ہے اور یہ طریق کار کسی صاحب نظر سے چھپ نہیں سکتا۔ دنیا میں اس وقت بڑی بڑی طاقتیں اسلام دشمنی میں پیش پیش ہیں جس کی وجہ سے اسلام کوئی قسم کے خطرات لاحق ہیں لیکن مخالفین احمدیت اپنے محفوظ قلعوں میں بیٹھ کر تمہارے خلاف صرف باتیں ہی کر سکتے ہیں مگر یہ جرأت اور یہ توفیق کہ باہر نکل کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں اور ان کو رگیدیں اور ان کو چیلنج دیں یا ان کے گھیرے میں آ کر پھر ان کا مقابلہ کریں اس کی توفیق ان کو نہیں ملتی۔ یہ توفیق کس کو مل رہی ہے؟ یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔

پھر فرمایا تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں اور تم سمجھ رہے ہو کہ وہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ کیوں سمجھ رہے ہو کہ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ایک گہرا فلسفہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ان کا اجتماع تمہاری مخالفت کی وجہ سے عمل میں آیا ہے۔ فی ذاتہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ایک دوسرے کے شدید دشمن ہونے کے باوجود ان پر تمہاری دشمنی اور تمہارا خوف اتنا غالب ہے کہ اس وقت وہ اپنی دشمنیوں کو بھلا دیتے ہیں لیکن دراصل یہ جینے کے آثار نہیں ہیں۔ جینے کے آثار تو یہ ہوتے ہیں کہ فی ذاتہٖ محبت کی ایک اندرونی قوت ہو جو قوم کو اکٹھا کر رہی ہو۔ چنانچہ محاورۃً اسی کو اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کہا جاتا ہے، کفر میں تم ملت واحدہ کی جو صورت دیکھتے ہو وہ انکار کی طاقت کی بناء پر ہے، کسی کے انکار کی وجہ سے اکٹھے ہو رہے ہیں، کسی مثبت وجہ سے اکٹھے نہیں ہو رہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ان میں عقل بالکل نہیں ہے۔ اس اجتماع یا اتحاد کے تو کوئی معنی نہیں ہوا کرتے۔ اگر کوئی ایسا Factor ظاہر ہو جائے جو Common Value پر مشتمل ہو یعنی ایک دشمن کے تصور یا خوف کی بناء پر لوگ اکٹھے ہو جائیں تو اس میں کوئی وقعت نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت میں تو جانور بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ حالات سے مجبور ہو کر شیر اور بکری بھی اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں۔ بھیڑیئے اور بھیڑیں بھی اکٹھی ہو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ ایک مصور نے اس تصور کو اس طرح باندھا ہے کہ اس نے تصویر میں ایک نہایت ہی خوفناک آندھی اور طوفان دکھایا اور بجلیاں گرنے کا خوفناک منظر پیش کیا اور بیچ میں جس طرح بگولا اپنے اندر چیزوں کو

سمیٹ لیتا ہے اس طرح شیر بھی ہیں، بھیڑیئے بھی ہیں، سؤر بھی ہیں اور بھیڑ بکریاں اور ان کے بچے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور یہ سارے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں، یہی نہیں لاکھوں سال پہلے کی جو قبریں دریافت ہوئی ہیں ان میں بھی یہی مناظر دیکھنے میں آئے ہیں۔ بعض دفعہ نہایت خوفناک ہلاکتوں نے بعض علاقوں سے زندگی کا نام ونشان مٹا دیا تو اس وقت وہ جانور جو ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے وہ اس طرح اکٹھے ہوگئے کہ بالآخر جب ان پر موت آئی تو ان کی اکٹھی قبر بن گئی گویا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بڑی محبت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں مگر یہ وقتی محبتیں زندگی نہیں بخشا کرتیں۔ یہ تو ایک خوف کی وجہ سے ایک منفی طاقت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں مگر صاحب عقل لوگ وہ ہوتے ہیں جو مثبت طاقتوں پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ محبتوں کے نتیجہ میں ان کے دل ملتے ہیں، ان میں رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۳۰) کا نقشہ نظر آتا ہے۔

فرمایا! ان کا حال بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے قدیم قوموں کا گزر چکا ہے۔ یہ لوگ بچا نہیں کرتے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور چونکہ یہ خدا کی تقدیر سے ٹکرا رہے ہیں۔ اس لئے دردناک عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

اس وقت جماعت احمدیہ پر جو حالات گزر رہے ہیں اور ان کا جو نقشہ بن رہا ہے وہ انہی آیات کی تفسیر نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ پر زبان سے بھی حملے کئے جا رہے ہیں اور قلم سے بھی کئے جا رہے ہیں، جسمانی اذیتیں دے کر اور جیلوں میں ٹھونس کر بھی دکھ دیئے جا رہے ہیں اور جماعت کی قیمتی جانوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کر کے دکھ پہنچائے جا رہے ہیں۔ مزعومہ قرطاس ابیض بھی انہی آیات کریمہ کی ایک منفی حیثیت کی تصویر پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس میں جماعت احمدیہ کے متعلق جو بہتان تراشی سے کام لیا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کا ذکر کرنے کے بعد اس سے کچھ نتائج نکالے گئے ہیں لیکن سب سے پہلے مزعومہ قرطاس ابیض میں جماعت احمدیہ کا یہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے:

> ”اس کی ابتداء ایک استعماری طاقت کی انگیخت پر ہوئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ مسئلہ پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا چلا گیا اس نے نہ صرف برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے درمیان تلخی اور تفرقہ پیدا کیا بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک

کی مسلمان اقوام خصوصاً افریقی مسلمان اسی طرح کی تلخی اور تفرقہ کا شکار ہوئے‘‘۔

(قادیانیت۔اسلام کے لئے سنگین خطرہ۔خلاف اسلام سرگرمیاں روکنے کیلئے حکومت کے اقدامات صفحہ 1)

اور پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک اور اس کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے مزعومہ قرطاس ابیض لکھتا ہے:

’’اسی مسئلہ نے پاکستان کے سیاسی وجود میں نفرت اور فرقہ واریت کا زہر گھولنا شروع کر دیا۔اس اثناء میں قادیانیوں نے بیرون ملک وفود بھیجنے شروع کر دیئے۔ جہاں انہوں نے اپنے لئے تبلیغی مراکز قائم کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اس قسم کے تبلیغی مراکز افریقہ، یورپ، اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے ملکوں میں قائم کئے لیکن چونکہ عددی اعتبار سے کہیں بھی وہ نمایاں قوت نہیں تھے جبکہ پاکستان میں ان کی تعداد قابل لحاظ تھی اور وہ یہاں مضبوط اور اچھی طرح قدم جمائے ہوئے تھے اس لئے دوسرے ملکوں میں ان کے ساتھ آسانی سے نمٹ لیا گیا‘‘۔(صفحہ ۳۸)

یہ عبارت تلبیس اور دجل کا شاہکار ہے۔اس کے پورے تجزیہ کے لئے تو بڑا لمبا وقت چاہئے۔مختصراً پہلے تو میں یہ کہتا ہوں کہ ۱۹۵۳ء کی جو تحریک تھی اس میں فساد اور نفرت کے زہر گھولنے کا ذمہ دار کون تھا؟ اس کے لئے اس حکومت کے نمائندوں کو کیوں یہ خیال نہ آیا کہ منیر انکوائری رپورٹ پڑھ لیں اور وہ تجزیہ دیکھ لیں جو عدالت عالیہ نے پیش کیا ہے۔اس عدالت کے ججوں کا نام قانون دان برادری میں تمام دنیا میں عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔جسٹس محمد منیر کوئی معمولی حیثیت کے قانون دان نہیں تھے۔اسی طرح جسٹس کیانی بھی بڑے بلند پایہ قانون دان اور منصف تھے۔ان کی رپورٹ کیا کہتی ہے وہ ساری رپورٹ پڑھنے کا تو وقت نہیں لیکن اس موضوع پر اگر رپورٹ کے چند اقتباسات بھی اکٹھے کر لئے جائیں تو بڑے دلچسپ خطاب کا موضوع بن جاتا ہے لیکن میں وقت کی مناسبت سے صرف ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا کہ مفسد کون تھا، گندا ذہن کون تھا، معاشرہ میں زہر گھولنے والا اصل شخص کون تھا یا کون سی جماعت تھی؟ چنانچہ فاضل جج لکھتے ہیں:

''ایک اردو اخبار ''مزدور'' ملتان سے شائع ہوتا ہے جس کا ایڈیٹر سید ابوذر بخاری ہے جو مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔۔۔ (آج ان کی جو چوٹی کی لیڈر شپ ہے یہ اس کی نمائندگی کر رہا ہے) اس نے اپنی اشاعت ۱۳؍ جون ۱۹۵۳ء میں (یعنی ۵۳ء کی تحریک سے پہلے کون فساد پھیلا رہا تھا، کن باتوں کے نتیجہ میں فساد پھیلا، وہ لکھتے ہیں) ایک مضمون شائع کیا جس میں جماعت احمدیہ کے امام کے متعلق عربی خط میں ایک ایسی پست اور بازاری بات لکھی کہ ہماری شائستگی ہمیں اس کی تصریح کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر یہ الفاظ احمدی جماعت کے کسی فرد کے سامنے کہے جاتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ کسی کی کھوپڑی توڑ دی جاتی تو ہمیں اس پر ذرا بھی تعجب نہ ہوتا'' (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ صفحہ ۸۷)

یہ مسلمان منصفین کی رائے ہے جنہیں انصاف کا لمبا تجربہ حاصل تھا انکی رائے معمولی حیثیت نہیں رکھتی۔ کون فساد پھیلا رہا تھا اور کون صبر کر رہا تھا یہ خلاصہ ہے ساری تحریک کا جو انہوں نے چند الفاظ میں نکال دیا ہے۔ چنانچہ فاضل جج مزید لکھتے ہیں:

''جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ پرلے درجے کے مکروہ اور متبذل ذوق کا ثبوت ہیں اور ان میں مقدس زبان کی نہایت گستاخانہ تضحیک کی گئی ہے جو قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی زبان ہے''۔ (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ صفحہ ۸۷، ۸۸)

اگر ۱۹۵۳ء یاد نہیں رہا اگر ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے فیصلے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا تو اس وقت پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیوں نظر نہیں آ رہا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کروڑوں روپیہ لوگوں سے زکوٰۃ کا وصول کر کے علماء ظاہر کا ایک خاص طبقہ تیار کیا جا رہا ہے جن کا پیشہ احمدیوں کو گالیاں دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ عوام الناس کی تربیت کریں، محمد مصطفی ﷺ کے دین کی اشاعت کریں، ان سے صرف یہی خدمت اسلام لی جا رہی ہے کہ جھوٹ بولیں، احمدیوں کے خلاف گند اچھالیں اسلام کے نام پر قتل و غارت، گھر لوٹنے اور لوگوں کے اموال کھا جانے کی تلقین کریں۔ غرضیکہ خدمت دین کا یہی خلاصہ ہے جو حکومت وقت علماء ظاہر سے کروا رہی ہے با ایں ہمہ دنیا کو یہ یقین کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ دراصل یہ احمدی ہی ہیں جو سوسائٹی میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور رس گھولتے ہیں گویا سارا پاکستان ان کے ظلم و ستم کا نشانہ ہے اور ان کے مخالف علمائے ظاہر بیچارے بڑے صبر سے بیٹھے رہے اور ان کے خلاف کچھ نہیں کیا لیکن آخر کہاں تک برداشت کیا جا سکتا ہے؟ گویا اپنی معصومیت کا یہ نقشہ کھینچ رہے ہیں لیکن دنیا پاگل تو

نہیں۔ ہمارے پاس ان مولویوں کی Tapes موجود ہیں جن میں وہ گندی زبان استعمال کرتے اور لوگوں کو ظلم وستم پر ابھارتے ہیں اور اس وقت پاکستان میں جو گند اچھالا جارہا ہے وہ باہر بھی نکل رہا ہے۔ تمہارے ہی آدمی باہر نکل کر ویسی ہی تقریریں کر رہے ہیں جو پاکستان میں احمدیوں کے خلاف کی جارہی ہیں۔ ماریشس میں اس وقت کیا ہو رہا ہے، ناروے میں تم لوگوں نے پہنچ کر کیا گوہر افشانیاں کی ہیں یہ ساری Tapes Recording ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے باوجود تم سمجھتے ہو دنیا پاگل ہے جو تمہاری باتوں پر یقین کر لے گی کہ احمدی تو فساد پھیلایا کرتے تھے اور یہ دوسرے غیر احمدی مسلمان بیچارے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ بیٹھے رہے اور انہوں نے اس کے باوجود ان کے خلاف کچھ نہیں کیا۔

یہ تمام تصویر جو کھینچی جارہی ہے اس کے تین پہلو ہیں جن میں سے ایک ۱۹۵۳ء کی تحریک سے تعلق رکھنے والا پہلو تھا۔ جو بات عموماً باور کروانے کی کوشش کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پہلے مسلمان یک جان دو قالب تھے اور ایک مٹھی کی طرح مجتمع تھے۔ ان میں کوئی تفرقہ اور خرابی نہ تھی، ایسی عظیم طاقت تھے کہ استعماری طاقتیں ان سے کانپ رہی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کا بیج بویا تا کہ مسلمانوں میں فساد پھیل جائے اور مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو جائے اور اسلام کی طرف سے استعماری طاقتوں کو جو نہایت ہی مہیب خطرہ لاحق ہے، وہ ٹل جائے۔ یہ وہ نقشہ ہے جو مزعومہ قرطاس ابیض میں جماعت احمدیہ کے خلاف کھینچا جارہا ہے حالانکہ واقعات اس کے برعکس ہیں۔ چنانچہ وہی کتابیں جو خود شائع کر رہے ہیں وہاں مصنف کے اپنے قلم سے سچائی کا اظہار ہو جاتا ہے۔ ایک کتاب جس کی یہ لوگ خوب اشاعت کر رہے ہیں۔ یعنی پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے جو لٹریچر شائع ہو رہا ہے اس میں ایک کتاب ''قادیانیت'' از مولوی سید ابوالحسن علی ندوی بھی شامل ہے۔ حکومت پاکستان نے اس کتاب کو تمام دنیا میں شائع کروایا ہے اور عربی انگریزی میں اس کے ترجمے بھی کروائے ہیں۔ غور کیجئے مزعومہ قرطاس ابیض میں تو یہ منظر کھینچ رہے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے مسلمانوں میں امن تھا اور آپس میں بے حد محبت تھی لیکن مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنے کے لئے انگریزوں نے یہ جماعت کھڑی کر دی جب کہ کتاب ''قادیانیت'' کے مصنف صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پہلے کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوسری طرف فرق اسلامیہ کا آپس کا اختلاف تشویشناک صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمربستہ تھا۔ مذہبی مناظروں اور مجادلوں کا بازار گرم تھا جن کے نتیجہ میں اکثر زدوکوب، قتل وقتال اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آتی۔ سارے ہندوستان میں ایک مذہبی خانہ جنگی سی برپا تھی۔ اس صورت حال نے بھی ذہنوں میں انتشار، تعلقات میں کشیدگی اور طبیعتوں میں بیزاری پیدا کردی تھی''۔

پھر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں پر عام طور پر یاس وناامیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی اور عسکری تحریکوں کی ناکامی کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چکے تھے اور عوام کی بڑی تعداد کسی مرد غیب کے ظہور اور ملہم اور موید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی''۔

(قادیانیت صفحہ ۱۶، ۱۷ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

دیکھیں جب خدا سچ نکلوانا چاہتا ہے تو یوں سچ نکلوا دیتا ہے۔ تلبیس اسی کو کہتے ہیں، ایک طرف جھوٹ بول رہے ہیں حقیقت پر پردے ڈال رہے ہیں۔ دوسری طرف کچھ اور باتیں بھی بیان کر رہے ہیں جن میں سے سچ اچانک اچھل کر باہر آجاتا ہے اور حقیقت حال کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ یہ پس منظر تھا اور اس سلسلہ میں مسلمان علماء کے بکثرت حوالے موجود ہیں جن میں مسلمانوں کے نکبت وادبار کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ اتنے حوالے ہیں کہ ہزاروں صفحات کی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں مگر اس وقت میں نے چند حوالے چنے ہیں۔ اخبار وکیل ۱۵ /جنوری ۱۹۲۷ء میں لکھا ہے:

''اس مرض کا حدوث آج سے نہیں بلکہ آج سے بہت پہلے شروع ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے پہلے انفرادی زندگی میں یہود اور نصاریٰ کی اتباع کی اور اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے اس کا نتیجہ تنسیخ خلافت ہے''۔

اور مولویوں کا مشہور اخبار ''الجمعیۃ'' دہلی ۴ /اپریل ۱۹۲۶ء لکھتا ہے:

''دفعۃً'' پردہ اٹھ گیا دنیا کو صاف نظر آ گیا کہ امت مسلمہ اگر کسی مجتمع شیرازہ اور کسی بندھی ہوئی تسبیح کا نام ہے تو آج صحیح معنوں میں امت مسلمہ ہی موجود نہیں ہے بلکہ منتشر اوراق ہیں۔ چند بکھرے ہوئے دانے ہیں چند بکھری ہوئی بھیڑیں ہیں جن کا نہ کوئی ریوڑ ہے اور نہ گلہ بان''۔

اور زمیندار اخبار اپنی ۱۸؍ستمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں مسلمانان ہند کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں، بت پرستوں کے کرتے ہو۔ تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد اور ثمود کا تھا کہ رب العالمین کو چھوڑ کر بعل، یغوث، نسر اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو۔ تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو میری توہین کرتے ہیں''۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ سارا سلسلہ جماعت احمدیہ نے شروع کروایا تھا؟ آخر لوگ کیوں خدا کا خوف نہیں کھاتے اور ایسے جھوٹ اور ایسے بہتان کیوں باندھ رہے ہیں جن کو کوئی بھی معقول انسان ایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

اسی پس منظر پر ذرا نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے آنے سے پہلے امت مسلمہ کا جو حال تھا وہ بعد میں بھی جاری رہا تو عقل بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ اس قوم کو تو کوئی زندہ کرنے کے لئے ہی آ سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اسے مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو پہلے ہی دینی و دنیوی ہر دو لحاظ سے مردہ تھے اور عملاً یہی ہوا کچھ زندگی کے آثار جو ان کے اندر پیدا ہوئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے پیدا ہوئے یعنی کچھ لوگ وہ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کر کے زندگی حاصل کی، کچھ وہ ہیں جو آپ کی مخالفت کی وجہ سے اکٹھے ہو رہے ہیں ''قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى'' دل تو ان کے پھٹے ہوئے ہیں لیکن یہ جو تھوڑا سا سہارا ملا ہے۔ یہ جو سانس لینے کے دن مل گئے ہیں یہ صرف احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ہے۔ اخبار ''البشیر'' اٹاوہ ستمبر ۱۹۲۵ء لکھتا ہے:

''بعثت پیغمبر آخر الزماں کے وقت عیسائیوں اور یہودیوں میں جو

فرقہ بندی تھی ان کی تاریخ اٹھا کر پڑھو اور پھر آج کل کے علماء اسلام کا ان سے مقابلہ کرو تو صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ آج بہت سے علماء اسلام کی جو حالت ہے وہ فوٹو ہے اس زمانہ کے علماء یہود اور نصاریٰ کا''۔

اور جہاں تک مسلمان شعراء کا تعلق ہے مسلمانوں کی زبوں حالی پر ان کے اشعار بڑے ہی دردناک ہیں۔ مولانا حالی نے نوحہ کہا ہے۔ پھر شکوہ اور جواب شکوہ میں علامہ اقبال نے جس طرح ذکر کیا ہے ایک لمبی کہانی ہے۔ میں چند شعر آپ کو سناتا ہوں۔ مولانا حالی فرماتے ہیں:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اسلام کو ایک باغ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں:

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

پھر بڑے درد کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں:

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں

اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضاء ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

(مسدس حالی۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ ۴۸، ۱۰۹)

اور علامہ اقبال جن کے تبصروں سے تم لوگوں نے اپنے مزعومہ قرطاس ابیض کو سجایا ہوا ہے۔ اگر ان کی بات بقول تمہارے خدا کا کلام ہے تو اس کلام کو بھی تو پھر سنو! علامہ صاحب مسلمانوں کے متعلق کہتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

(جواب شکوہ صفحہ ۱۱)

تم علامہ اقبال کے حوالے سے احمدیت کے خلاف بڑی بڑی باتیں کرتے ہو گویا کسی پر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہو گیا ہے اور وہ فخر سے پیش کیا جا رہا ہے۔ مگر یہ بھی تو سنو کہ علامہ اقبال کی زبان تمہیں مخاطب کر کے کیا کیا کچھ کہہ گئی ہے!

اور اب مولوی مودودی صاحب کی سنئے۔ فرماتے ہیں:

''بازاروں میں جائیے ''مسلمان رنڈیاں'' آپ کو کوٹھوں پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں گی اور ''مسلمان زانی'' گشت لگاتے ملیں گے۔ جیل خانوں کا معائنہ کیجیے۔ ''مسلمان چوروں''۔ ''مسلمان ڈاکوؤں'' اور ''مسلمان بدمعاشوں'' سے آپ کا تعارف ہوگا۔ دفتروں اور عدالتوں کے چکر لگائیے رشوت خوری، جھوٹی شہادت، جعل، فریب، ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کے ساتھ آپ لفظ ''مسلمان'' کا جوڑ لگا ہوا پائیں گے۔ سوسائٹی میں پھرئیے۔ کہیں آپ کی ملاقات ''مسلمان شرابیوں'' سے ہوگی۔ کہیں آپ کو ''مسلمان قمار باز'' ملیں

گے۔ کہیں ''مسلمان سازندوں'' اور ''مسلمان گویوں'' اور ''مسلمان بھانڈوں'' سے آپ دو چار ہوں گے۔ بھلا غور تو کیجئے ، یہ لفظ مسلمان کتنا ذلیل کر دیا گیا ہے اور کن کن صفات کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ مسلمان اور زانی مسلمان ، اور شرابی مسلمان اور قمار باز مسلمان اور رشوت خور! اگر وہ سب کچھ جو کافر کرسکتا ہے، وہی مسلمان بھی کرنے لگے تو پھر مسلمان کے وجود کی دنیا میں حاجت ہی کیا ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۲۸، ۲۹ زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

جماعت احمدیہ پر اعتراض کرنے والے اس اقتباس کو پڑھیں اور غور کریں۔ آخر کیوں ان میں خدا کا خوف نہیں رہا۔ ہاں انہیں خوف تو ہے مگر ہمارا خوف ہے کہ یہ غالب نہ آجائیں۔

مولوی مودودی صاحب کے مزید تبصرے بھی سنئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک بڑی دلخراش باتیں کیں، مسلمانوں پر حملے کئے لیکن جس کو ''مزاج شناس نبوت'' کہا جاتا ہے ان کی باتیں بھی سن لیجئے لکھتے ہیں۔

''آپ اس نام نہاد مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا ''مسلمان'' نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی قسمیں ملیں گی کہ آپ شمار نہ کرسکیں گے۔ یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوّے، گدھ، بٹیر، تیتر اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں اور ان میں سے ہر ایک ''چڑیا'' ہے''۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۳۱ زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

یہ مودودی صاحب کے الفاظ ہیں۔ انہوں نے جس حال میں مسلمانوں کو پایا وہی کچھ لکھا۔ کیا اس امت کو تباہ کرنے کے لئے انگریز نے ایک آدمی کو کھڑا کیا تھا جو بقول مودودی صاحب مسلمان تو کیا انسانی اقدار سے گر کر جانوروں کے چڑیا گھر کا نقشہ پیش کرتی ہے؟ ہاں اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ وہ آنے والا آیا اور اکٹھا کر گیا، کچھ جان پیدا کر گیا، ایک ولولہ تو بخش گیا خواہ وہ مخالفت ہی کا منفی ولولہ تھا۔ مولوی مودودی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''خدائی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بناء پر اہل

حدیث، حنفی ، دیو بندی ، بریلوی ، شیعہ ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں (یعنی صرف ایک ہی امت بن سکتی ہے جن کا نام جماعت اسلامی ہے اور کوئی نہیں بن سکتی۔ یہ امتیں یعنی حنفی ، دیوبندی وغیرہ کیا ہیں تو فرماتے ہیں کہ) یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں‘‘۔

(خطبات مودودی صفحہ ۷۴ زیر عنوان دین اور شریعت)

اور جہاں تک مسلمان عوام کا تعلق ہے اور جہاں تک مسلمان قوم کا تعلق ہے اس بارہ میں تبصرہ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

’’یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے، باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لئے یہ مسلمان ہیں‘‘۔

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۰ از زیر عنوان اسلام کی راہ راست اور اس سے انحراف کی راہیں)

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس قسم کے بے شمار اور بکثرت حوالے ہیں جن میں قوم کے پرانے اور نئے علماء نے یہ تسلیم کیا ہوا ہے کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ اس ساری جہالت کا ذمہ دار جماعت احمدیہ کو قرار دے دینا حد سے زیادہ ظلم ہے۔

چند حوالے میں بتا دیتا ہوں ملکوں ملکوں کے الگ الگ حوالے ہیں اگر کسی نے پڑھنے ہوں تو وہاں سے دیکھ سکتا ہے مثلاً ہندوستان میں حیدر آباد دکن اور علاقہ سی پی مہاراشٹر۔ اہل عرب۔ مصر اور عراق۔ برما۔ ٹرکی۔ جزیرہ جاوا۔ سیام۔ روس اور بربری الجزائر کا نام لے لے کر علماء کے حوالے اور تبصرہ نگاروں کے تبصرے موجود ہیں اور اخباروں میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی حالت کے بارہ میں مشہور اخبارات

زمیندار ۱۶؍ جولائی ۱۹۲۶ء

اہلحدیث ۱۸؍فروری ۱۹۲۱ء	مستقل ۱۲؍جولائی ۱۹۲۹ء
ہمدم ۸؍ستمبر ۱۹۲۰ء	اہلحدیث ۱۴؍جنوری ۱۹۲۱ء
اہلحدیث ۲۸؍جنوری ۱۹۲۱ء	اہلحدیث ۱۶؍اپریل ۱۹۱۰ء
اخبار سیاست ۵؍نومبر ۱۹۲۵ء	اخبار ملاپ ۱۶؍اگست ۱۹۲۵ء
اخبار مدینہ یکم اپریل ۱۹۲۵ء	اخبار ہمدم ۱۷؍جنوری ۱۹۲۵ء
اخبار انقلاب یکم جون ۱۹۳۰ء	اہلحدیث ۲۵؍جنوری ۱۹۲۰ء
اخبار طوفان ۲۷؍ستمبر ۱۹۳۰ء	اخبار تنظیم ۸؍نومبر ۱۹۲۵ء
اخبار اتحاد ۳۱؍مئی ۱۹۳۱ء	اخبار ہمت ۲۴؍اگست ۱۹۲۹ء

اخبار مشرق ۱۶؍مئی ۱۹۳۰ء وغیرہ نے تفصیلی تبصرے کئے ہیں۔ اور یہ تو صرف چند مشہور اخبارات کے تبصرے ہیں۔ اس موضوع پر مختلف کتب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے خود مودودی صاحب کی کتب میں بکثرت حوالے موجود ہیں جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

اب جہاں تک مزعومہ قرطاس ابیض کی اس بات کا تعلق ہے کہ جب ۱۹۵۳ء کی تحریک چل پڑی اور پاکستان میں گڑبڑ ہوئی تو گویا اس کے بعد پھر احمدیوں نے باہر نکلنا شروع کیا اور پھر یہ یورپ بھی پہنچ گئے، افریقہ بھی پہنچ گئے۔ اس رسالہ کا یہ فقرہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے!! ہوش سے بات کرو۔ عقل کے ناخن لو، پاکستان کا تو ابھی وجود بھی نہیں تھا۔ تم خود مانتے ہو بلکہ بڑے فخر سے کہتے ہو کہ سو سالہ مسئلہ تم نے حل کر دیا ہے۔ پس جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے قیام پاکستان سے پہلے قائم ہو چکی تھی اور تمام دنیا میں پھیل چکی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد تو تم نہیں پھیلے۔ چنانچہ امریکہ میں ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ مشن قائم ہو چکا تھا۔ انگلستان میں ۱۹۱۳ء میں مشن قائم ہوا۔ یہ جگہ جہاں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں ۱۹۲۰ء میں خریدی گئی۔ انگلستان کے پہلے مبلغ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ تھے۔ غانا اور نائیجیریا مغربی افریقہ میں ۱۹۲۱ء میں مشن نے کام کرنا شروع کیا۔ مشرقی افریقہ میں ۱۸۹۶ء یعنی بیسویں صدی سے بھی پہلے جماعت احمدیہ قائم ہو چکی تھی ویسے باقاعدہ مشن ۱۹۳۴ء میں کھولا گیا۔ ہنگری، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ میں ۱۹۳۰ء میں تبلیغی مراکز کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح سپین، اٹلی اور البانیہ میں بھی ۱۹۳۶ء میں مشن قائم ہوئے۔ برما میں بھی ۱۹۳۵ء میں

تبلیغی مشن قائم کیا گیا۔ غرضیکہ آپ سارے عالم کا جائزہ لیں تو یہ امر بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے کہ جماعت احمدیہ تو خدا کے فضل سے مدتوں پہلے اکناف عالم میں پھیل بھی چکی تھی اور دنیا میں کیا کام کر رہی تھی اب یہ حصہ رہ گیا ہے تو اب اس کو بھی میں بیان کر دیتا ہوں اور اس سلسلہ میں ایسے ایسے لوگوں کی رائے آپ کو سناتا ہوں جن کی آراء پر تمہیں اعتماد کرنا پڑے گا۔ یہ احمدی تو نہیں مگر اس کے باوجود حق بات ان کی زبان پر جاری ہو رہی ہے۔ چنانچہ اخبار زمیندار نے دسمبر ۱۹۲۶ء میں لکھا:

’’ہم مسلمانوں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں اپنے دین مقدس کو پھیلانے کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں ۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ کیا ان کی طرف سے ایک بھی قابل ذکر تبلیغی مشن مغربی ممالک میں کام کر رہا ہے؟ (مگر لکھنے والے کو پتہ نہیں تھا کہ ابھی تیل دریافت نہیں ہوا۔ ناقل) گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یوروپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔ کیا ندوۃ العلماء، دیو بند، فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تبلیغ و اشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں ۔ کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے لیکن افسوس کہ عزیمت کا فقدان ہے۔ فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج کل کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بے راہ قوم پر رحم کرے‘‘۔ (زمیندار دسمبر ۱۹۲۶ء)

اور انقلاب ۲/ مئی ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

’’تبلیغی مذہب والے کو اس چیز کی نشر و تبلیغ کی دھن ہوتی ہے جس کو وہ سچا سمجھتا ہے‘‘۔

پھر لکھتا ہے:۔

’’مسلمانوں کی موجودہ خوابیدہ حالت کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ ان

کے پاس حق ایک شمہ برابر نہیں ہے ورنہ کیا وجہ ہے انہیں تمام عالم میں نشر واشاعت کی دھن نہیں۔ان کے مقابلہ میں ایک اکیلی جماعت احمدیہ ہے۔ جس کے مخالف نہ صرف تمام دیگر مذاہب ہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص اسی جماعت کے درپئے ایذا رہتی ہیں لیکن باوجود اسکے یہ چھوٹی سی جماعت دن رات اسی کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی لطف اندوز نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو فائدہ اٹھانے کے قابل بنادے''۔

اب دیکھیں کس طرح ان کا جھوٹ کھل جاتا ہے۔مزعومہ قرطاس ابیض میں نقشہ یہ کھینچ رہے ہیں کہ احمدی ساری دنیا میں مسلمانوں کے اندر فساد پھیلانے کے لئے پھیلے ہیں، پاکستان میں چونکہ فساد نہیں کرواسکے۔اس لئے بیرونی ملکوں میں پھیل گئے اور ۱۹۵۳ء کے بعد یہ برآمد ہوئے پاکستان سے۔اناللہ واناالیہ راجعون .

نہ تاریخ کا ان کو کوئی پتہ ہے، نہ دنیا کے حالات کی کوئی واقفیت ہے اور نہ عقل۔یہ رسالہ ان کی جدید تحقیقی کوششوں کا نچوڑ ہے،اس کی تو دوکوڑی کی بھی حیثیت نہیں ہے اور واقعات کیا ہیں خود ان کے اخبارات جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں وہ لکھتے ہیں کہ دنیا کے سارے مذاہب جماعت احمدیہ کے دشمن ہیں کیونکہ اسلام کے نمائندے کے طور پر جماعت تمام مذاہب سے برسرپیکار ہے اور پھر ظلم کی حد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی اس کے دشمن ہوئے جاتے ہیں یعنی صرف دیگر مذاہب ہی جماعت احمدیہ کے مخالف نہیں بلکہ مسلمانوں کی انجمنیں بھی خاص طور پر اس جماعت کے درپئے ایذا رہتی ہیں۔پس کون فساد کررہا ہے؟ کون ایذا دہی کے سامان بہم پہنچا رہا ہے، جماعت احمدیہ یا مسلمانوں کی یہ انجمنیں؟ لیکن باوجود اس کے کہ جماعت احمدیہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے پھر بھی دن رات اس کوشش میں لگی ہوئی ہے کہ اسلام کی نعمت سے خود ہی متمتع نہ ہو بلکہ ساری دنیا کو اس سے فائدہ اٹھانے کے قابل بنائے۔چنانچہ رسالہ ''حنیف'' نومبر ۱۹۲۵ء میں غازی محمود دھرم پال صاحب نے ایک مقالہ لکھا جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

''مولانا ظفر علی کے وہ مضامین میری نظر سے گزرتے تھے جو احمدیوں کی تکفیر اور ارتداد کی تائید میں زور وشور سے زمیندار کے کالموں میں

شائع ہو رہے تھے تو ان میں سے ہر ایک مضمون کا ایک ایک لفظ دو دھاری تلوار کی طرح میرے دل کو کاٹتا اور پارہ پارہ کرتا تھا۔ میں اکثر یہ اعلان کر چکا ہوں کہ احمدی نہیں ہوں اور احمدیوں کے بعض عقائد کے ساتھ دیانتداری کے ساتھ اختلاف ہے مگر باوجود اختلاف کے میں ان کو مسلمان سمجھتا ہوں اور ہندوستان کے اندر اور باہر وہ غیر مسلموں کے حملوں سے اسلام کے تحفظ کے متعلق جو بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔‘‘

کیا یہ وہ ’’فساد‘‘ ہے جو احمدی ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں؟ پھر مغربی افریقہ کے مسلمانوں کی بیداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کا رسالہ ’’دی افریقن ورلڈ‘‘ (The African World) اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ:

’’نائیجیریا میں احمدی جماعت آزادی حقوق کی جدوجہد میں سب سے پیش پیش ہے۔ (یہ ہے وہ فتنہ وفساد جو احمدیت کے نام پر پاکستان سے بقول قرطاس ابیض دساور کو بھیجا جا رہا ہے) چند سال ہی کی بات ہے کہ وہاں احمدی وکیل اور احمدی ڈاکٹر پریکٹس کرتے نظر آئیں گے کیونکہ ان لوگوں کی رفتار نائیجیریا میں روز افزوں ترقی پر ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ چند سال میں ہی افریقی مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں اس ملک کے عیسائیوں کے دوش بدوش نظر آئیں گے اور سیاست مدن کے ایک دانا مبصر کو یہ بات نظر آ رہی ہے‘‘

پاکستان سے ایک دفعہ ایک وفد نائیجیریا گیا۔ اس کا سارا خرچ حکومت پاکستان نے برداشت کیا تھا۔ اس وفد کو اس لئے بھجوایا گیا تھا کہ مغربی افریقہ کے ممالک میں دورہ کر کے جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلائی جائے اور ان لوگوں کو اکسایا جائے کہ وہ بھی احمدیت کے مخالفین میں شامل ہو جائیں تا کہ مل کر اس جماعت کی بیخ کنی کی جائے۔ یہ پرانی بات ہے۔ اس وقت مولانا نسیم سیفی صاحب نائیجیریا میں ہمارے مبلغ انچارج ہوا کرتے تھے۔ تو اس وفد کے متعلق یہ دلچسپ بات معلوم ہوئی کہ ان کی کسی نے پذیرائی ہی نہ کی۔ نہ تو ان کو ریڈیو پر موقع ملا اور نہ ہی ان کو ٹیلی ویژن میں

آنے دیا گیا۔ اخباروں نے بھی کوئی خبر شائع نہ کی تو احمدیت کی بیخ کنی پر مامور پاکستانی وفد ہمارے مبلغ سے درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا اور کہنے لگا بڑے بے عزت اور ذلیل ہو رہے ہیں۔ خدا کے لئے ہمارا کچھ انتظام کرو۔ ہم واپس جا کر کیا منہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہمارے مبلغ نے اس وقت کے نائب وزیر اعظم سے درخواست کی کہ پاکستانی ہمارے بھائی ہیں اتنا ظلم نہ کرو۔ خواہ کسی بھی نیت سے آئے ہیں۔ ان کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی تو ضرور ہونی چاہئے۔ چنانچہ نائب وزیر اعظم صاحب نے کہا ہم ان کی دعوت کرتے ہیں اور آپ بھی تشریف لائیں اور خطاب کریں۔ چنانچہ وفد کی دعوت کی گئی اور وہاں انہوں نے جو خطاب کیا اس میں بھی وہ شرارت سے باز نہ آئے اور بعض ایسے فقرے استعمال کر دیئے جن سے جماعت احمدیہ کے متعلق شکوک پیدا ہو سکتے تھے۔ نائب وزیر اعظم صاحب بڑے ذہین آدمی تھے مسکرا کر سنتے رہے۔ آخر میں جب وہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میاں! آپ کس جہان کی بات کر رہے ہیں۔ افریقہ پر جب دنیا کی نظر ہی کوئی نہیں تھی کیونکہ یہ ایک تاریک براعظم تصور کیا جاتا تھا، جب افریقہ کا نام مصیبتوں اور دکھوں کے ساتھ وابستہ تھا، اس وقت آپ لوگ تو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ کس نے ہماری فکر کی یہ جماعت احمدیہ ہے جس نے ہمیں عیسائیوں کے چنگل سے نجات دلائی۔ یہ جماعت احمدیہ ہے جس نے ہمیں انسانیت کے سبق سکھائے۔ اس جماعت کے متعلق آج تم یہ کہنے کے لئے آگئے ہو کہ تمہارے تعلقات کی بناء پر ہم اس جماعت کی دشمنی شروع کر دیں تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ یہ خیال واپس لے جاؤ اپنے ملک میں۔ یہ جماعت ہماری محسن ہے اور ہم اور جو کچھ بھی ہوں محسن کش بہر حال نہیں۔ مگر اب یہ لوگ سارے واقعات بھول گئے ہیں اور سمجھتے ہیں افریقہ میں پتہ ہی کچھ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ بس قرطاس ابیض پڑھیں گے اور ایک دم کہہ دیں گے اوہ! بڑی خراب جماعت ہے۔ اس کو ہلاک کر دینا چاہئے۔ ساری دنیا ہوش رکھتی ہے بے عقل نہیں ہے ان کو پتہ ہے کیا ہو رہا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی تاریخ سے واقف ہیں بلکہ تمہاری تاریخ سے بھی واقف ہیں۔

اور پھر اور سنئے! شیخو شغاری صاحب جو نائیجریا کے سابق صدر تھے انہوں نے جماعت احمدیہ کی طرف سے کیا فساد دیکھا اور کس طرح اس مسئلہ کو نمٹایا، اس کا پتہ ذیل کے اقتباس سے لگ جاتا ہے۔ ویسے پاکستان میں تو کہتے ہیں کہ نمٹ لیا گیا ہے، ختم ہو گیا ہے یہ مسئلہ اور باہر کی دنیا

میں تھے ہی تھوڑے۔اس لئے بیرونی دنیا خود ہی اس مسئلہ کو نمٹا چکی ہے۔ پس جرأت دیکھیں کہ نہ صرف یہ کہ ایک سراسر جھوٹا رسالہ شائع کیا بلکہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کرا سے ساری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ پڑھنے والا ان کے متعلق کیا سوچے گا کہ جماعت احمدیہ یورپ میں بھی نہیں رہی، افریقہ میں بھی نہیں رہی، امریکہ میں بھی نہیں رہی، ہر ایک ملک میں ان کی صف لپیٹ دی گئی ہے کیونکہ یہ بالکل معمولی سی تعداد میں تھے اس لئے ہر ملک میں بڑی عمدگی سے اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کیا فساد مچاتی ہے۔ شیخو شغاری صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا:

> ’’یہ امر میرے لئے باعث سکون ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغ اسلام، سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم و ثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابل تعریف اور دوسری رضا کار تنظیموں کے لئے باعث تقلید ہیں۔ جن پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کرسکتی ہے‘‘۔

یہ ہے مسئلہ جو دساور کو بھیجا گیا تھا اور اس سے اس طرح نمٹ لیا گیا ہے۔
اور سیرالیون مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے وزیر مملکت مصطفیٰ سنوسی نے فرمایا:

> ’’احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے۔۱۲ سیکنڈری سکول اور ۵۰ پرائمری سکول چلانا معمولی بات نہیں۔ یہ کام صرف اخلاص، جذبہ، نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں‘‘۔

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیرالیون کے وزیر رسل و رسائل آنریبل کانڈے بورے نے ایک موقع پر فرمایا:

> ’’ایک بہت ہی قلیل عرصہ میں جماعت احمدیہ نے بڑے کارنامے کر دکھائے ہیں۔ تعلیم کے لحاظ سے بہت سے پرائمری سکولوں کے علاوہ سیکنڈری سکول بھی قائم کئے ہیں۔ لوگوں کی خدمت کے لئے احمدی ڈاکٹر تشریف لا رہے ہیں اور لوگوں کی روحانی اصلاح کے لئے مبلغین ملک کے تقریباً ہر حصہ

میں موجود ہیں“۔(بحوالہ الفضل ۱۸ / فروری ۱۹۶۲ء)

اور خود پاکستانی نمائندے جو مختلف وقتوں میں وہاں دورہ کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک کی زبانی سنئے کہ جماعت احمدیہ کیا ہے اور کس طرح اس مسئلہ سے نمٹا جا چکا ہے۔ پاکستان ٹائمز لاہور میں ایک مضمون شائع ہوا جسے مشرق وسطیٰ کے نمائندہ خصوصی فرید ایس جعفری نے لکھا تھا۔ جعفری صاحب حکومت پاکستان کی طرف سے بھجوائے جانے والے اس کشمیر ڈیلی گیشن کا ذکر کرتے ہیں جو افریقہ کے دورہ پر گیا تھا۔ جعفری صاحب خود بھی اس وفد میں شامل تھے۔ انہوں نے یہ نوٹ انگریزی میں لکھا ہے میں اس کا اردو میں ترجمہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں:

”احمدی مبلغین حیرت انگیز طور پر بہت مقبول ہیں یہاں تک کہ صدر نکرومہ کے نزدیک بھی وہ ہر دل عزیز ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ حقیقی معنوں میں انسانی خدمت کر رہے ہیں کیونکہ وہ غانا کے نوجوانوں کو مذہبی اور دنیوی تعلیم دیتے ہیں اور کسی قسم کی تلخی یا نفرت لوگوں کے درمیان پیدا نہیں کرتے (تم تو کہتے ہو تلخی پیدا کرنے جاتے ہیں نفرت پیدا کرنے جاتے ہیں لیکن تمہارے یہ اپنے نمائندے جو وفد کا حصہ تھے وہ کہہ رہے ہیں کہ احمدی کسی قسم کی تلخی اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ) وہ درحقیقت لوگوں کے درمیان اتحاد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ احمدی مبلغین کا لوگوں سے رابطہ عیسائی مبلغین سے بھی بہتر ہے۔ انہیں خوش آمدید کہا جاتا ہے اور پسند کیا جاتا ہے“۔ (پاکستان ٹائمز لاہور ۱۴ / اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۲-۱۴)

اس قسم کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں لیکن اس مضمون کا ایک اور حصہ بیان کرنا ضروری ہے اس لئے اس کو میں سر دست ختم کرتا ہوں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ فساد پیدا نہیں کر رہی تو آخر دنیا میں ملک ملک میں فساد کیوں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں جگہ جگہ فساد برپا ہے۔ مسلمان آپس میں پھٹے ہوئے ہیں، ان کی حالت زار ہوگئی ہے۔ احمدیت کے خلاف اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آخر یہ لوگ آپس میں کیوں لڑتے ہیں جس کی وجہ سے مولوی مودودی صاحب کی نظر میں تو دنیا جہان کی ساری

گندگیاں اور ساری برائیاں نعوذ باللہ من ذالک امت مسلمہ میں جمع ہوگئی ہیں تو اس کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ (فداہ نفسی و امی و ابی و جانی و مالی) کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیونکہ آپ قیامت تک امت کے رہنما، امت کے بادشاہ اور امت کے سربراہ ہیں۔ ہمارا سب کچھ آپ کے قدموں میں فدا ہو۔ خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ کے قیامت تک کے حالات آنحضرت ﷺ پر روشن فرما دیئے ہیں۔ آپؐ نے امت مسلمہ کو خطرات سے متنبہ فرما دیا۔

پس آپس میں بحثوں کی بجائے یا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کی بجائے آنحضور ﷺ کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ اے ہمارے پیارے آقا! آپؐ ہمیں بتائیں کہ ان فسادات کا کون ذمہ دار ہے۔ کس نے امت مسلمہ میں زہر کی گس گھول رکھی ہے۔ کس نے ظلم اور فساد کو پھیلا رکھا ہے جس کی وجہ سے امت محمدیہ کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

> ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے جن میں ایسی مطابقت ہوگی جیسے ایک پاؤں کے جوتے کی دوسرے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کا مرتکب ہوا تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا بدبخت نکل آئے گا۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی لیکن ایک فرقے کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یہ ناجی فرقہ کون سا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ فرقہ جو میری اور میرے صحابہؓ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔“

(جامع ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ)

یہ تو ایک عمومی فساد ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ **نعوذ باللہ من ذالک**۔ امت مسلمہ کسی زمانہ میں کسی حد تک یہود کے مشابہ ہو جائے گی۔ یہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جو ایک نہ ایک دن ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ ایک اور حدیث بھی ہے جس سے اس مضمون پر مزید روشنی پڑتی ہے چنانچہ:۔

> ''حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ یعنی عمل ختم ہو جائے گا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔ **علماء ھم شر من تحت ادیم السماء**۔ (ان کے علماء کی اب نشاندہی ہوگئی کہ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے) ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔
>
> (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

یعنی تمام خرابیوں کی جڑ مولوی ہوں گے اور وہی ہر قسم کے فساد کا سرچشمہ ہوں گے فرمایا آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اور میری امت میں، میری طرف منسوب ہو رہے ہوں گے لیکن فرمایا **علماء ھم** ہوں گے یہ ان لوگوں کے علماء، میرے ساتھ ان کا کوئی روحانی تعلق نہیں ہوگا۔

پس جتنے فتنے امت میں اٹھتے اور پھیلتے دیکھو گے یہ تمام علماء سے پھوٹتے نظر آئیں گے اور پھر واپس ان میں لوٹ جایا کریں گے۔ مولوی ان حدیثوں کو کیوں نہیں پڑھتے؟ تمہارا نام نہاد قرطاس ابیض کچھ اور کہہ رہا ہے جبکہ محمد مصطفی ﷺ کا فرمان کچھ اور کہہ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مقابلہ میں تمہارے قرطاس ابیض کی تو حیثیت ہی کچھ نہیں۔ یہ تو جہنم کا کاغذ قرار دیئے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ یہ وہ کاغذ ہے جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے فرمودات کا انکار کر رہا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی مخالفت اور مغائرت میں جو کاغذ تیار ہوتا ہے اس کی دو کوڑی کی

بھی قیمت نہیں۔

پھر ایک موقع پر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

تَکُونُ فِی اُمَّتِیْ فِزْعَۃٌ فَیُسِیرُ النَّاسُ اِلٰی عُلَمَاءِ ھِمْ فَاِذَا ھُمْ قِرَدَۃٌ وَ خَنَازِیر.

(کنز العمال حرف القاف، الباب الاول الفصل الرابع فی ذکر اشراط الساعۃ الکبریٰ حدیث: ۳۸۷۲۷)

میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں جھگڑے ہوں گے لڑائیاں ہوں گی۔ اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔ بظاہر تو لوگ یعنی عوام الناس ہی لڑتے ہیں لیکن ان کا کوئی قصور نہیں ہوگا وہ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آخر ان کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے، وہ کیوں فتنہ وفساد کا شکار ہو گئے ہیں۔ پس جب وہ اپنے علماء کے پاس رہنمائی کی امید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی وہ علماء نہیں ہیں بلکہ سؤر اور بندر ہیں۔ یہ کس کے الفاظ ہیں؟ یہ میرے تو نہیں۔ یہ کسی اور عالم دین کے نہیں، کسی صحابیؓ کے نہیں، کسی خلیفہ کے نہیں۔ یہ الفاظ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے خبر دی تھی کیونکہ آپؐ کوئی کلام اللہ سے خبر پائے بغیر نہیں کرتے تھے۔ ہر آدمی مولوی صاحبان سے پوچھنے کا یہ حق رکھتا ہے کہ جناب! ان حدیثوں کو کیوں چھپا لیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ کے سامنے یہ حدیثیں کیوں بیان نہیں کی جاتیں؟

پس امت مسلمہ میں فتنہ وفساد برپا کرنے کا مسئلہ حل ہو چکا ہے حضور اکرم ﷺ پہلے سے فرما چکے ہیں کہ امت میں فتنے ہوں گے، اختلافات ہوں گے، تفرقے پیدا ہوں گے لیکن ان کے ذمہ دار علماء ہوں گے کوئی اور ذمہ دار نہیں ہوگا اور جب حضور اکرم ﷺ ایک بات بیان فرمائیں تو پھر خدا تعالیٰ کی تقدیر تمہارے منہ سے بات نکلوا کر چھوڑے گی کہ ہاں تم ذمہ دار ہو۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد تو رائیگاں نہیں جا سکتا۔

ایک اور حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

”علم باقی نہیں رہے گا۔ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے۔ ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔ (بخاری کتاب العلم باب کیف یُقبض العلم)

یہ بات کہ علماء جاہل ہوں گے اور بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ اس بارہ میں ثبوت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی چند دن ہوئے اخبار ’’جنگ‘‘ لاہور مورخہ ۳۱؍ جنوری ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے صدر کا ایک بیان شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ پاکستان میں تقریباً ۵۰ ہزار امام مسجد ہیں جن میں سے ۳۶ ہزار امام نیم تعلیم یافتہ ہیں اور گیارہ ہزار کورے ان پڑھ ہیں۔ لوگ اس محاورہ کو بھول جاتے ہیں کہ جس طرح نیم حکیم خطرہ جاں ہوا کرتا ہے اسی طرح نیم ملاں خطرہ ایمان ہوتا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق ﷺ نے چودہ سوسال پہلے سے یہ خبر دے رکھی ہے۔

پس علم اس طرح نہیں اٹھا کرتا کہ خدا تعالیٰ علم کو کھینچ کے لے جاتا ہے۔ عالم لوگ دنیا سے اٹھ جاتے ہیں۔ ان کی جگہ جہلاء اور ان پڑھ لوگ لے لیتے ہیں اور پھر اپنی جہالت میں فتوے صادر کرتے ہیں اور دنیا میں فسادات پھیلاتے ہیں۔ اخبار زمیندار لاہور ۱۴؍ اگست 1915ء کی اشاعت میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اخبار لکھتا ہے:

’’جب فضائے آسمانی میں کسی قوم کی دھجیاں اڑنے کے دن آتے ہیں تو (کیا ہوتا ہے کوئی استعماری طاقت احمدیت کے بیج نہیں بویا کرتی۔ کچھ اور طریق ہوتا ہے دھجیاں اڑانے کا اور وہ بھی سن لیجئے کہتے ہیں) اس (قوم) کے اعیان واکابر سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے (یقیناً گہرا حکمت کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لکھنے والے نے بہت صحیح نکتہ بیان کیا ہے کہ ایسی صورت میں قوم کے اعیان واکابر سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے تب قومیں تباہ ہوا کرتی ہیں) اور اس کے صاحب اثر ونفوذ افراد کی بداعمالیوں کو اس کی تباہی کا کام سونپ دیا جاتا ہے اور یہ خود اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ مسلمانان ہند کی شامت اعمال نے مدتہائے مدید سے جھوٹے پیروں اور جاہل مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی صورت اختیار کر رکھی ہے جنہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول کا پاس، نہ شرع کی شرم نہ عرف کا لحاظ یہ ذی اثر وبااقتدار طبقہ جس نے اپنے دام تزویر میں لاکھوں انسانوں کو پھنسا رکھا ہے اسلام کے نام پر ایسی ایسی گھناؤنی حرکتوں کا مرتکب ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر ہو ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے دل آزاری کی باتیں کی ہیں مگر تمہارے اپنے علماء، اپنے لکھنے والے اور صاحب نظر لوگ جو صورت حال

پر نظر ڈال کر حق کی بات کہتے ہیں اس کو سنتے نہیں اور دیکھتے نہیں کہ کیا لکھا ہوا ہے۔ان حوالہ جات میں ایک لفظ بھی کسی احمدی کا نہیں ہے۔اس سلسلہ میں میں نے یہ احتیاط کی ہے کہ تمام کے تمام فتوے خود ان کے اپنے علماء کے پیش کئے جائیں اسی لئے ان کے اپنے لکھنے والے صاحب قلم لوگوں کی تحریریں پیش کی جارہی ہیں اور اسی پر اکتفا کروں گا کیونکہ احمدی تو محبت کی بات بھی کریں تب بھی ان کو آگ لگ جاتی ہے۔اس لئے ہماری باتوں کا تو بہت برا منائیں گے مگر اپنے لوگوں کی باتوں کا تو برا نہیں منا سکتے۔وہ کس کس کتاب کو ضبط کریں گے۔اخبار زمیندار اسی اشاعت میں مزید لکھتا ہے:

> ’’اور اب کچھ دنوں سے اس گروہ اشرار کی مشرکانہ سیاہ کاریاں اور فاسقانہ سرگرمیاں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ کی غیرت ساری اسلامی آبادی کا تختہ ان کے جرائم کے پاداش میں الٹ دے تو وہ جنہیں کچھ بھی بصیرت سے حصہ ملا ہے ذرا تعجب نہ کریں‘‘۔

یہ تو تھی زمیندار ۱۴ / اگست ۱۹۱۵ء کی روئیداد۔اب سنئے زمیندار ۱۴ / جون ۱۹۲۵ء کا حسب ذیل نوٹ:

> ’’ہم مسلمانوں کی اصل تباہی کا ذمہ داران قل آعوذی ملاؤں کو سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ۔۔۔۔۔اپنی کفر دوستی کا ثبوت دیا ہے‘‘۔

اسی اخبار نے ۱۵ / اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں لکھا ہے:

> ’’میرا شمار خود مولویوں کی جماعت میں ہے اس لئے میں ان کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔میں پوری جرأت سے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ ان ملاؤں کو ایک منٹ بھر بھی مہلت نہ دیں اور اپنی سیاست اور اپنے دین دونوں دائروں میں سے ایک لخت خارج کر دیں کیونکہ نہ وہ سیاست سے واقف ہیں۔نہ ہی مذہب کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔وہ صرف فریب اور دجل کے ماہر ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کے بندے ہیں۔وہ راہبر نہیں راہزن ہیں‘‘۔

اسی طرح مسلمانوں کا ایک اخبار ’’امان‘‘ ۲۰ / جون ۱۹۳۰ء لکھتا ہے:

> ’’مسلمانوں میں لا مذہبیت اور الحاد کا طوفان کانگرسی علماء و لیڈر، اخبارات میں مضامین لکھ کر پیدا کر رہے ہیں‘‘۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو بہر حال دنیوی اخبارات ورسائل ہیں، علماء کی بات کرو۔ کسی دینی رسالے میں کسی عالم دین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہوتو اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں تو وہ بھی سن لیجیے ہفت روزہ ''تنظیم اہلحدیث'' ایک دینی رسالہ ہے جو اہل حدیث لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ اس ہفت روزہ نے علماء کے بارہ میں لکھا:

''ان کے یہ طور دیکھ کر حضور ﷺ کا یہ ارشاد یاد آ گیا کہ

مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی علماء هم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة و فیهم تعود (بیهقی)

اور ان کی مسجدیں یوں تو آباد ہوں گی پر بے روح ہوں گی۔ ان کے مولوی سب سے بڑے فتنہ گر اور فتنوں کے ملجا ہوں گے''۔

(یکم مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۴)

یہ حوالہ ایک مسلمہ دینی رسالے سے ماخوذ ہے اور ترجمہ بھی خود انہوں نے کیا ہوا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ جماعت احمدیہ کے ایجنٹ تھے یا استعماری طاقتوں کے ایجنٹ تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ اس بارہ میں کیا لکھتے ہیں۔ آیا حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث جس میں **علماء هم شر من تحت ادیم السماء** کی پیش گوئی کی گئی ہے، پوری ہو چکی ہے یا نہیں؟ یہ بہت ہی اہم اور قابل غور نکتہ ہے۔

جب ان کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ میاں! ان خطرات کی طرف بھی توجہ کرو جن کی طرف حضرت اقدس مصطفیٰ ﷺ تمہیں توجہ دلا رہے ہیں تو تم آنکھیں بند کر لیتے ہو اور منہ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگ جاتے ہو۔ اس کے برعکس جن خطرات کا آنحضور ﷺ کوئی ذکر نہیں فرما رہے وہ تمہیں نظر آنے لگتے ہیں۔ کچھ تو عقل کے ناخن لو اور دیکھو کہ حدیث نبوی ﷺ میں کیا لکھا تھا۔ آنحضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا تمہارے متعلق۔ تو کہتے ہیں یہ تو ابھی وقت ہی نہیں آیا تم ہو گے اشرار الناس، تم ہو گے آسمان کے نیچے بدترین مخلوق، غرضیکہ گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں خبردار جو علماء کے متعلق کچھ کہا۔ ہم جواباً کہتے ہیں یہ ہماری بات نہیں یہ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے اور جہاں تک اس بات کے طے کرنے کا تعلق ہے وہ وقت آ چکا ہے یا نہیں

یہ بدترین مخلوق پیدا ہو چکی ہے یا نہیں تو جاننا چاہئے کہ یہی وہ اصل بحث ہے جس کے گرد یہ سارا مضمون گھومتا ہے۔

اس بحث کے دو پہلو ہیں۔ اول یہ کہ اگر یہ بدترین مخلوق ابھی پیدا نہیں ہوئی تو پھر بھی تم مارے گئے کیونکہ موجودہ مولویوں نے تمہارا یہ حشر کر دیا ہے تو کل جب علمائے سوء پیدا ہو جائیں گے۔ وہ تمہارا کیا باقی رہنے دیں گے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خوشخبری نہیں ہے یہ تو ہلاکت کی ایک خوفناک خبر ہے جس کو سن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں تھے۔ لیکن ابھی تمہارے کہنے کے مطابق نیک مولویوں کا دور ہے اور امت کا یہ حال ہو گیا ہے تو خدانخواستہ جب اشرار الناس آئیں گے تو اس وقت تمہارا کیا باقی رہ جائے گا۔ بایں ہمہ فتح اسلام کی خوابیں دیکھ رہے ہو۔ اسلام کو دنیا میں از سر نو غالب کرنے کے کیا اطوار ہوتے ہیں؟ اگر تم میں ذرا بھی عقل ہوتی تو ان علماء کا پیچھا ہی چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ہاں وہ پیدا ہو چکے ہیں اور اپنی موت مر گئے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں تم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی بات مانو گے یا نہیں آخر وہ بھی تو تمہارے ایک مشہور مولوی تھے؟ وہ فرماتے ہیں:

> ”جتنی رسوم شرکیہ اور بدعیہ مسلمانوں میں آج کل ہو رہی ہیں وہ مولویوں ہی کی مہربانی کا اثر ہے۔۔۔۔۔ شر الشر شرار العلماء۔“
>
> (اہلحدیث ۲۳ فروری ۱۹۰۶ء)

خدائی تقدیر دیکھیں کس طرح سچ نکلواتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا اشرار ہوں گے۔ مولوی خود بول اٹھے کہ ہاں ہم ہیں اشرار، ہم ہیں اشرار، ہم ہیں اشرار، یہ بات یاد رکھئے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کی بات ہے یعنی اس حوالہ کا تعلق آپ کی زندگی سے ہے۔ اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ اس وقت امت مسلمہ کا یہ حال تھا کہ گویا سارا عالم اسلام اکٹھا تھا اور فساد کی کلیۃً ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ڈالتے ہو جو سراسر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اخبار اہل حدیث بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں بھی شائع ہوتا تھا۔ یہی اخبار لکھتا ہے:

> ”قرآن میں یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے (اور مذمت کیا ہے) کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس کہ آج ہم اہل حدیثوں

میں بالخصوص یہ عیب پایا جاتا ہے۔جس طریق سے مخالف کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اس سے بجائے ہدایت کے ضلالت پھیلتی ہے“۔

(اہل حدیث ۱۹/اپریل ۱۹۰۷ء)

یعنی وہ حدیثیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹی نبوت کے تیس ۳۰ دعویدار ہوں گے اور وہ سارے دجال ہوں گے اور **لا نبی بعدی** وغیرہ۔ان حدیثوں کو تو خوب اچھالتے ہیں لیکن اس حدیث کا ذکر نہیں کرتے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنے والا مسیح ضرور نبی اللہ ہوگا اور دجال کی فہرست میں نہیں ہوگا، اس حدیث کو چھپا لیتے ہیں اور یہ حدیث تو ان کو بالکل یاد نہیں آتی جس میں فرمایا گیا ہے **علماء هم شر من تحت اديم السماء** جس طرح یہ اہل حدیث مولوی صاحب تجزیہ فرما رہے ہیں ۔ بالکل اسی طرح موجودہ مولوی اپنے مطلب کی حدیثیں تو خوب اچھالتے ہیں لیکن دوسری حدیثوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

پھر اہل حدیث ۲۰؍دسمبر ۱۹۲۱ء کے پرچہ میں لکھا ہے:

”ہم وہ ہیں کہ ہماری قویٰ سلب ہو چکے ہیں۔ بہادری عنقا ہو چکی ہے۔اعضاء کمزور اور حقانی تڑپ ہمارے دلوں سے معدوم ہو چکی ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تمام اعضاء مر چکے ہیں فقط ایک دہن اور اس میں ایک زبان باقی ہے“۔

اور وہ زبان کیا کام کرنے کے لئے کیوں باقی رہ گئی اس میں جان کس لئے باقی ہے؟ اس کا ذکر سنئے ۔ یہ بھی اہل حدیث کا ہفت روزہ ”تنظیم“ ہے جو ۵؍ستمبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں زبان کے متعلق یوں رقم طراز ہے لیکن اس سے پہلے ایک اور دلچسپ لطیفہ بھی بیان کرتا ہے اور کہتا ہے، مولوی تھانوی مرحوم سے کسی نے پوچھا تھا کہ:

”یا حضرت! مولوی ہو کر لوگ جوتے چرا لیتے ہیں، دھینگا مشتی پر اتر آتے ہیں۔۔۔۔۔یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں۔ایسا کیوں ہوتا ہے؟“۔

آپ نے فرمایا :

”میاں! مولوی چور نہیں بنتا، چور مولوی بن جاتا ہے“۔

یہ ہیں ان کی آپس کی باتیں۔ یہ ہفت روزہ آگے چل کر لکھتا ہے:

''جمعیت علمائے اسلام کے معروف رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنی زبان کے ہل چلا کر نوخیز نسل کی جو پنیری تیار کی ہے۔ وہ بھی بدزبانی اور گالیوں کے باب میں بے مثال نمونے تیار کر رہی ہے اور کرے گی اور ایک وقت آئے گا کہ یہی پود، انہی ہتھیاروں کے ساتھ خود ان کے منہ آئے گی اور پھر وہ پچھتائیں گے''۔ (ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور ۵ ستمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳،۴)

بات بڑی سچی کہہ گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ جب بھی احمدیوں کے خلاف حکومتوں نے یا بعض سرپھروں نے اس پنیری سے کام لیا تو وہی زبان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گالیاں دینے کے لئے خریدی گئی تھی الٹ کر پھر اپنے آقاؤں کو ایسی ایسی گالیاں دینے لگی کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ عبرت کے تازیانے پڑے لیکن ان کو محسوس نہیں ہوا۔

اب بعض لوگ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ پھر بھی آج کل کے مولوی ہیں اور اگر یہ اشرار الناس ہیں تو پھر ان کی بات قابل اعتبار نہیں کسی بزرگ کی بات کرو تو اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بزرگ ترین اور کون ہو سکتا ہے۔ نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہو سکے گا۔ آپؐ انسان کامل اور نبیوں کے سردار تھے آپؐ کی کس کس بات کا تم انکار کرتے چلے جاؤ گے اور اگر تم نے صرف بعد کے بزرگوں کی باتیں ماننی ہیں تو پھر وہ بھی سن لو! حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے علماء کو یہودی علماء کا مثیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علماء سوء کہ طالب دنیا باشد ۔۔۔۔۔۔ تماشا کن کانھم ھم''

(الفوز الکبیر مع فتح الخبیر فی اصول التفسیر صفحہ ۱۰ باب اول)

اگر تم یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو، وہ یہودی علماء جو مدتوں پہلے ختم ہو چکے ہیں تو پھر ان علماء کو دیکھو جو آج کل علماء سوء ہیں اور یہ دنیا کے طلب گار ہو چکے ہیں۔

اور حضرت امام غزالیؒ جو کہ مفکرین اسلام میں چوٹی کا مقام رکھتے ہیں، فرماتے ہیں۔ یہ عربی میں لمبی عبارت ہے۔ میں اس کا صرف ترجمہ پڑھ کر سناتا ہوں:

''علماء میں سے اکثر پر شیطان غلبہ پا چکا ہے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب احمدیت کا ابھی وجود بھی نہ تھا) اور ان کی سرکشی نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے دنیوی فائدہ کا عاشق ہے حتی کہ نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی خیال کرنے لگا ہے اور علم دین مٹ چکا ہے اور دنیا میں ہدایت کے مینار گر چکے ہیں اور علماء نے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ علم کی اب تین صورتیں ہیں''۔

حیرت ہے میں سوچا کرتا تھا کہ یہ بعد کی پیداوار ہے لیکن اس اقتباس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ انحطاط تو بڑی دیر سے شروع ہو گیا تھا۔ بڑا ظلم ہے امت محمدیہ میں بڑی مدت سے یہ فساد شروع ہے۔ علماء حق اور علماء ربانی اس کے خلاف آواز بھی بلند کرتے رہے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قضائے آسمانی ہے جس کا مقابلہ ہو نہیں سکتا۔ مزید فرماتے ہیں کہ علماء کی حیثیت اب صرف تین اغراض کے لئے رہ گئی ہے یا ان کے نزدیک علم کی اب تین صورتیں ہیں:

''اول۔ حکومت کا وہ فتویٰ جس کی مدد سے قاضی، غنڈوں کے جمع ہونے پر جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ دوم وہ بحث جس میں ایک متکبر آدمی دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کا منہ بند کرتا ہے (اپنے تکبر کے زور سے نہ کہ دلیل سے) سوم وہ منظوم اور مسجع کلام جس کے ذریعہ ایک واعظ عوام کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے''۔

(کتاب الاملاء عن اشکالات الاحیاء جلد ۵ صفحہ ۲۱۹۔۲۲۰)

دوستوں نے اگر بعض مساجد سے وعظ سنے ہوں یا درس سنے ہوں تو سمجھ آجائے گی کہ امام غزالیؒ کیا بیان فرمانا چاہتے تھے۔ مولوی لوگ گا گا کر کبھی قرآن کی کوئی آیت پڑھتے ہیں اور کبھی کسی حدیث کی بات ہو رہی ہوتی ہے اور ساتھ یوسف زلیخا کے قصے شروع کر دیتے ہیں، بیچ میں ہیر وارث شاہ چل پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ فلمی گانے بھی بیچ میں لے آتے ہیں اور کہنے کو قرآن کریم اور حدیث کی تشریح ہو رہی ہوتی ہے اور اس لغویات کو آنحضرت ﷺ کے معراج کی تشریح میں پیش کرتے ہیں. **نعوذ باللہ من ذالک**۔ حیرت ہے کہ اتنے لچر فلمی شعروں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے

استعمال کرتے ہوئے ان کا دل کیوں نہیں لرزا۔ ایک طرف ختم نبوت کے دعوے اور دوسری طرف کائنات کے مقدس ترین وجود پر ناپاک فلمی شعروں کا اطلاق اور پھر تصور یہ کہ آنحضرت ﷺ کی خدا تعالیٰ سے لقاء پہلی دفعہ ہوئی۔ حالانکہ ہر وقت خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بستا تھا چنانچہ غار ثور میں آپؐ کا یہ فرمانا **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** کہ غم نہ کر اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے بتاتا ہے کہ آپؐ ایک لمحہ بھی خدا کے بغیر نہیں رہے۔ اس قدر خوفناک گستاخی کے باوجود یہ لوگ محبان رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عظیم مقام کے بیان کے لئے فلمی شعروں سے بہتر کوئی بات نہیں ملی۔

اب آخر پہ مولوی مودودی صاحب کا تبصرہ بھی سن لیجئے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کتنا بڑا مقام رکھتے ہیں۔ آج کل ان کی جماعت ایک منظّم جماعت ہے جو احرار کے علاوہ حکومت کا دوسرا بازو ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں:

> ’’افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے (پہلے تو عوام الناس پر انہوں نے فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ اب علماء کی بات ہو رہی ہے) ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی ان میں تفقّہ نہ تھا۔ ان میں حکمت نہ تھی۔ ان میں عمل کی طاقت نہ تھی۔ ان میں یہ صلاحیت ہی نہ تھی کہ خدا کی کتاب اور رسول خدا کی علمی و عملی ہدایت سے اسلام کے دائمی اور لچکدار اصول اخذ کرتے اور زمانہ کے متغیر حالات میں ان سے کام لیتے ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں کہ زمانے کی قیود سے بالاتر ہوتیں وہ ہر معاملہ میں انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے کہ ان کی بصیرت اوقات اور حالات کی بندشوں سے بالکل آزاد ہوتی۔ پھر یہ کیوں کر ممکن تھا‘‘۔

یہ تجزیہ سننے والا ہے۔ کیوں عالم اسلام پر تباہی آ گئی۔ کیوں ہلاکت کا دور دورہ ہوا اس لئے کہ جن علماء کی طرف مسلمان عوام نے رجوع کیا وہ خدا کے نبی نہ تھے کہ ان کی بصیرت، اوقات

اور حالات کی بندشوں سے بالکل آزاد ہوتی۔ پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ:

’’وہ ایسے وقت میں مسلمانوں کی کامیاب رہنمائی کر سکتے جبکہ زمانہ بالکل بدل چکا تھا اور علم و عمل کی دنیا میں ایسا عظیم تغیر واقع ہو چکا تھا جس کو خدا کی نظر تو دیکھ سکتی تھی، مگر کسی غیر نبی انسان کی نظر میں یہ طاقت نہ تھی کہ قرنوں اور صدیوں کے پردے اٹھا کر ان تک پہنچ سکتی‘‘۔

(تنقیحات: اسلام اور مغربی تہذیب کا تصادم از ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۲۷ زیر عنوان دور جدید کی بیمار قومیں)

اب کیا قصہ ہے اس کو دوبارہ غور سے سنئے۔ یہ فقرہ بڑا غیر معمولی ہے۔ یہ آپ کے لئے ایک پیغام رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں پرانے علماء کیوں ناکام ہوئے، امت مسلمہ میں کیوں فساد پھیلا۔ اس لئے کہ علماء سے ان کو یہ توقع تھی کہ بدلے ہوئے زمانہ کے ساتھ جو مصائب نئے نئے آئے ہیں نئی نئی آفات جو اسلام پر حملہ آور ہوئی ہیں ان کا حل تلاش کریں۔ ان سے پوچھیں۔ مگر مولوی مودودی صاحب کہتے ہیں کہ بدلے ہوئے حالات میں علماء اس قابل نہ تھے یا خدا کی نظر ہے جو حقیقت حال کو پا سکتی ہے اور یا نبی کی نظر ہوا کرتی ہے جو خدا کی طرف سے عرفان حاصل کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں۔ پھر قرنوں اور صدیوں کے پردے کیسے اٹھ سکتے ہیں اور ساتھ یہ پیغام دے رہے ہیں کہ میری مانو اور میری سنو۔ میں تمہارے لئے ہدایت اور نئی زندگی کا پیغام لایا ہوں۔ کیا دعاوی ہیں۔ کیا خدا کی طرف سے پیغام لائے ہیں اور ان کی نظر وہ پردے پھاڑ کر دیکھ رہی ہے جو تمام علماء امت اور تمام صدیوں کے بڑے بڑے بزرگ اور مجددین نہیں دیکھ سکے۔ ایک ہی سانس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلاتے بھی ہیں تکفیر بازی بھی جاری ہے اور کہتے ہیں فتنہ وفساد پھیلا دیا مگر دوسرے سانس میں یہ بھی اعلان ہو رہا ہے کہ میں ہدایت کا سرچشمہ بن کر تمہارے لئے آیا ہوں، میری کتابوں میں تمہارے سارے مسائل کا حل موجود ہے۔ اس لئے اس جماعت میں شامل ہو جاؤ تا کہ اسلام زندہ ہو جائے۔ تو کیا یہ خدائی کا دعویٰ ہے، یا نبوت کا دعویٰ ہے اور اگر ان دونوں کا نہیں تو پھر جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر تم سچے ہوتے اور واقعی سچے ہوتے تو تمہیں یہ اقرار کرنا چاہئے تھے کہ نئی آفات اور نئے مصائب کے وقت خدا تعالیٰ عارف باللہ نبی کو مبعوث کرتا ہے جس کے سوا اور کسی شخص کی نظر مسائل کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کے سوا مسائل کا صحیح حل کوئی بھی تلاش نہیں کر سکتا۔

آخر کس بات کی بنا پر تم اپنے آپ کو سچا قرار دیتے ہو۔

دراصل تمہاری ساری باتیں جھوٹی ہیں۔ تمہارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس شخص کو قبول کرو جسے خدا نے علم و عرفان بخشا ہے جس کے متعلق حضرت محمد مصطفی ﷺ کی خوشخبری ہے۔ وہ جو خدا کی طرف سے تمہارے لئے ہر مصیبت ہر بیماری کا علاج لے کر آیا تھا۔ اس کو تو تم نے رد کر دیا ہے اب پیچھے اپنے لئے تم کیا چاہتے ہو۔ یہ جو کچھ تھا یہ میں نے تمہیں پڑھ کر سنا دیا، اس کے سوا تمہارا اور کوئی مقدر نہیں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو ان لوگوں سے نجات حاصل کرو جن کو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تمام فتنوں کی آماجگاہ قرار دیا اور تمام فتنوں کا منبع و ماویٰ قرار دیا۔ یاد رکھو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے انکار کے بعد تم زندگی کی راہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ جو مرض آنحضور ﷺ نے تشخیص فرما دی اسے لازماً ماننا پڑے گا۔ آج نہیں مانو گے تو کل تمہاری نسلیں قبول کریں گی اور اس مرض کا وہی علاج ہوگا جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے تجویز فرمایا یعنی امام مہدی، امام ربانی کو قبول کرنا پڑے گا۔ اس مسیح موعود کو ماننا پڑے گا جسے خدا نے اسلام کے احیاءِ نو کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اگر نہیں مانو گے تو پھر ہمیشہ کے لئے تمہارے مقدر میں ایک موت ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔